جواب :۔

ہو سکتا ہے کہ یہ حضرات دن کے اول حصہ میں اسلام لائے ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دن کے آخری حصہ میں اسلام لائے ہوں

دوسرا اعتراض :۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کیسے تیسرے اسلام لانے والے ہو سکتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے دو سے زیادہ افراد مسلمان ہو چکے تھے؟

جواب :۔

ان کی مراد یہ ہے کہ ان سے پہلے دو آزاد مرد اسلام لائے تھے سو اگر ان کے علاوہ عورتیں، بچے اور غلام اسلام لائے ہوں، تو وہ اس کے منافی نہیں ہے

باب ذکر الجن

قول اللہ تعالیٰ: "قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ" (الجن: 1)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں :۔

اس آیت میں جنات کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے یہ نصیبین کے جنات میں سے 9 جن تھے **ایک قول ہے کہ** یہ شیصبان کے جنات میں سے تھے اور یہ جنات کی سب سے بڑی تعداد تھی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سات جن تھے اور یہ یمن کے جنات تھے اور یہ یہودی تھے۔ ایک قول ہے کہ! یہ مشرک تھے۔

حدیث نمبر 3860 :۔ "اَتَانِی وَفْدُ جِنِّ نَصِیْبِیْنَ"

اس حدیث مبارکہ میں نصیبین کے جنات کے وفد کا ذکر ہے!

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی سے ملنے کے لئے جائیں اور نصیبین الجزیرہ کے مشہور شہر کا نام ہے۔

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق مختلف اقوال :۔

(1) تمام جن کھاتے اور پیتے نہیں ہیں۔ یہ قول ساقط الاعتبار ہے

(2) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی نہیں ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے

وھب نے کہا ہے کہ! خالص جن ہوائیں، وہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ ان کی

ہاں اولاد ہوتی ہے اور ان کی بعض اجناس ہیں جو کھاتی ہیں اور پیتی ہیں ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور وہ نکاح کرتے ہیں ان میں سے سعالی اور غیلان اور قطرب ہیں

(3) تمام جنات کھاتے اور پیتے ہیں اور یہی قول ظاہر احادیث کے مطابق ہے پھر ان کے کھانے اور پینے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا! ان کا کھانا اور پینا محض سونگھنا ہے، اس میں چبانا ہے نہ نگلنا ہے۔ اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے

اور بعض نے کہا! کہ انکے کھانے اور پینے میں چبانا بھی ہے اور نگلنا بھی ہے۔ احادیث صحیحہ سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

بَابُ إِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ذر کا نام ونسب اس طرح ہے!

جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ہے۔

تہذیب میں مذکور ہے!

ان کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے۔

ایک قول ہے کہ ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔

دوسرا قول ہے کہ ان کا نام بریر بن جندب ہے۔

تیسرا قول ہے کہ بریر بن مشرقہ ہے۔

چوتھا قول ہے کہ جندب بن اسکن ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ (32ھ) میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے جو کہ مدینہ طیبہ کی ایک بستی ہے، وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی

باب اسلام سعید بن زید رضی اللہ عنہ

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ :

حضرت سعید بن زید کا اسلام پہلے ہے [illegible]

اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] تھے اور [illegible] تھے

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ :

حضرت عمر ان کے بہنوئی تھے اور ان کی [illegible]

باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ :

امام ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ ! (حضرت) عمر نے تلوار اٹھائی اور وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے ، اگلے راستے میں حضرت نعیم بن عبداللہ ملے اور پوچھا ! اے عمر ! کہاں جا رہے ہو ؟ انہوں نے کہا ! میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں ، جنہوں نے ہمارے دین کو بدل دیا ہے اور انہوں نے لوگوں کو [illegible] آباء و اجداد کے دین سے منحرف اور برگشتہ کیا ہے ۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ، تمہاری بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی ان کے دین پر چل رہے ہیں ، پھر (حضرت) عمر ان کی طرف گئے ، ان کو مار کر زدوکوب کیا اور اپنی بہن کا سر پھاڑ دیا ، پھر ان کا دل نرم پڑا اور ان کے دل میں اسلام نے جگہ پکڑی ، انکے بہنوئی اور بہن سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے ، انہوں نے کہا کہ لاؤ مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے ؟ ان کی بہن نے کہا ! تم مشرک اور نجس ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا ، حضرت عمر نے غسل کیا اور سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات میں غور کیا اور کہا ! یہ کتنا حسین کلام ہے ، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے ، اس وقت آپ صفا پہاڑ کے نزدیک ایک گھر میں تھے پھر جب بعض مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت عمر تلوار حمائل کیے ہوئے مکان کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں تو کہا ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! دروازہ پر عمر بن الخطاب تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں ، حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ! ان کو آنے دو اگر وہ نیک ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو ان ہی کی تلوار سے قتل کر دیں گے ، تب

باب انشقاق القمر

اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کا بیان ہے جب آپکی دعا یا اپنے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ آسمانوں اور فضاؤں میں کسی معجزہ کا ظاہر ہونا یہ صرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کیونکہ آپکے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا وقوع زمین سے باہر نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے؟

" اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر ۱)

" قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا"

حدیث نمبر 3869

اس حدیث پر یہ **اعتراض** ہے کہ! اس حدیث میں ذکر ہے کہ منی میں چاند شق ہوا اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مکہ میں چاند شق ہوا اور میں نے مکہ میں اسکے دو ٹکڑے دیکھے اور اس حدیث میں منی میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے؟؟

جواب!

منی بھی مکہ میں ہے لہذا ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ!

مشہور یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے فوراً جڑ گئے تھے۔ اب یہ قول مشہور اس حدیث کے معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ لوگوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو ایک ٹکڑا تو حراء کے نیچے اترا اور ایک ٹکڑا حراء کے درمیان رہا۔ اسی طرح ایک ٹکڑا حرا کی دائیں جانب یا بائیں جانب رہا۔ یا پھر چاند کا شق ہونا دو بار تھا۔ ایک بار دونوں ٹکڑے فوراً جڑ گئے" اور دوسری بار لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حراء کو دیکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دروازہ کھول دو۔ آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور انکی طرف بڑھے اور ان کو بہت گرمجوشی سے سینے کے ساتھ لگا کر بھینچا اور فرمایا! اے خطاب کے بیٹے! تم کس لئے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپکے پاس ایمان لانے کیلئے آیا ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو بلند آواز سے فرمایا! اللہ اکبر۔

حدیث نمبر 3864

* اس حدیث میں العاص بن وائل کا ذکر ہے یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت میں تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام نہیں لائے اور ان کی موت کفر پر ہوئی۔

* اس حدیث میں ابو عمرو کا ذکر ہے یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد۔ یہ عاص بن وائل کی کنیت ہے۔

* اس حدیث میں "حسبرہ" کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے! دھاری دار چادر۔

* اس حدیث میں ہے! "عاص نے کہا! جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے" کیونکہ عاص اپنی قوم کا سردار تھا اور اسکی اطاعت کی جاتی تھی۔

حدیث نمبر 3866

* اس حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز کے متعلق جو گمان کرتے تھے وہ چیز اسی طرح ہو جاتی تھی؟

اسکی وجہ یہ ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدثین میں سے تھے اور محدث کا معنی ہے! "ملہم" یعنی جس کے دل میں غیب سے کوئی بات ڈالی جائے اور وہ اس کو حدس اور فراست سے بتادے۔ اور اسکے دل میں نیک بات ڈالی جائے۔

* اس حدیث میں کاہن کا ذکر ہے! کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کا جنات سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ جنات سے سن کر غیب کی خبریں بیان کرتا ہے۔

بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ

ھجر کا لغوی معنی وصل کی ضد ہے اور وصل کا معنی ہے! "ملنا" اور ھجر کا معنی ہے! "چھوڑنا" پھر اس کا غالب استعمال ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے پر ہونے لگا

مسلمانوں نے مکہ سے سرزمین حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی۔ پہلی بار بعثت نبوی کے پانچ سال بعد رجب کے مہینہ میں اس میں 10 مردوں اور 4 عورتوں نے ہجرت کی۔ دوسری بار جو حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی اس میں 82 مرد تھے اور ان کی بیویاں اور بچے تھے

حدیث نمبر 3672 :-

"3696" حدیث نمبر میں مذکور ہے کہ! ولید بن عقبہ کو 80 کوڑے مارے گئے تھے اور اس حدیث میں 40 کوڑے مارے جانے کا ذکر ہے!

جواب :- اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کم عدد کا ذکر زائد عدد کے ذکر کے منافی نہیں ہے کیونکہ زائد عدد میں کم عدد بھی موجود ہوتا ہے۔ یعنی 80 کوڑے 40 کوڑوں کو متضمن ہیں۔ لہٰذا 40 کا ذکر 80 کے منافی نہیں۔

دوسرا جواب :- یہ ہے کہ! جس شاخ کے ساتھ ولید کو کوڑے مارے تھے اسکی دو طرفیں تھیں۔ سو جس نے ان دونوں طرفوں کا اعتبار کیا اس نے کہا: ولید کو 80 کوڑے مارے گئے تھے اور جس نے نفس شاخ کا اعتبار کیا اس نے کہا: ولید کو 40 کوڑے مارے گئے تھے بہر حال اس پر اجماع ہے کہ شراب نوشی کی حد 80 کوڑے ہے کیونکہ شرابی اپنے نشہ میں اول فول بکتا ہے اور نشہ میں کسی پر تہمت دھر لگا دیتا ہے اور تہمت کی حد 80 کوڑے ہے

بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِی

اس باب میں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کا ذکر ہے جو ...

حدیث نمبر 3877: "فصلوا على أخيكم أصحمة"

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی وفات کی خبر دی ہے ان کا نام اصحمہ ہے اور نجاشی ان کا لقب ہے۔ حضرت نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث نمبر 3878: "فكنت في الصف الثاني أو الثالث"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ! نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

حدیث نمبر 3879: "أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على أصحمة النجاشي فكبر أربعا"

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں جو نماز جنازہ کی چار تکبیروں کا ذکر ہے اس میں حضرت عمر، ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ، عطاء بن ابی رباح اور امام ثوری کا بھی یہی مسلک ہے اور ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

حدیث نمبر 3880:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور نماز پڑھا اسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا تو آپ نے بتلا دیا کہ تمام مسلمانوں کو اسکے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں سے اسکے حق میں دعا کروائی تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو اور یہ خصوصیت کی دلیل ہے کہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف وہیں کے لوگ اسکی نماز جنازہ پڑھیں (یعنی اس شہر کے لوگ) اور غائبانہ نماز جنازہ حضرت نجاشی کی خصوصیت ہے۔

حدیث نمبر 3866: "فَصَلُّوا عَلَى أَخِيكُمْ أَصْحَمَةَ"

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دی ہے ان کا نام اصحمہ ہے اور نجاشی ان کا لقب ہے حضرت نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

حدیث نمبر 3878: "فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ! نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے

حدیث نمبر 3879: "أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا"

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات فرض ہیں

اس حدیث مبارکہ میں جو نماز جنازہ کی چار تکبیروں کا ذکر ہے اس میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے اور فقہاء تابعین میں سے محمد بن حنفیہ، عطاء بن ابی رباح اور امام ثوری کا بھی یہی مسلک ہے اور ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے

حدیث نمبر 3881:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی اور نہ صرف اسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی کیونکہ عام مسلمانوں کے علم میں اس کا اسلام لانا نہیں تھا تو آپ نے ارادہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو اسکے اسلام کی خبر دیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اسکے حق میں دعا کریں تاکہ اسے تمام مسلمانوں کی دعا کی برکت حاصل ہو اس کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ ان مہاجرین اور انصار کی جو مختلف شہروں میں فوت ہو گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے علاوہ کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو شخص جس شہر میں فوت ہو جائے صرف ادھر کے لوگ اسکی نماز جنازہ پڑھیں (یعنی اس شہر کے لوگ) اور غائبانہ نماز جنازہ صرف نجاشی کی خصوصیت ہے

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ :

نجاشی کی روح کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہونا ہے چونکہ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنی تھی اور آپ کے لئے جنازہ کو اٹھا لیا گیا تھا جیسا کہ آپ کے لئے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا۔

غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف

مذہب امام شافعی :

دوسرے شہر میں غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید۔ اس کا امام قبلہ کی طرف منہ کرے اور اس پر اسی طرح نماز پڑھائے جس طرح حاضر پر پڑھتا ہے خواہ میت قبلہ کی جہت میں ہو یا نہ ہو۔

مذہب امام مالک و ابو حنیفہ :

غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

باب تقاسم المشرکین علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث نمبر 3882 :

کفار قریش نے جو کفر پر قسمیں کھائی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو مکہ سے اس گھاٹی کی طرف نکال دیں گے اور وہ جگہ خیف بنی کنانہ تھی اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں بہت سی باطل چیزیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جس نے اس میں سے کفر کی باتوں کو کھا لیا اور اس میں جو اللہ کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور آپ نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو دی پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس کی قریش کو خبر دی تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا۔

خیف کا معنی :

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کی اونچائی سے ڈھلان پر ہو اور پانی کے نالہ سے بلند ہو۔ وہیں پر مسجد خیف ہے۔

باب قصۃ ابی طالب

حدیث نمبر 3883 : "کان فی ضحضاح من نار"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ کھولتے ہوئے پانی میں ہوتے اگر میں نہ ہوتا

تھا حدیث مبارکہ میں "ضحضاح" کا لفظ ہے "ضحضاح" اس پانی کو کہتے ہیں جو ٹخنوں تک

پہنچ جائے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کر دی۔

حدیث نمبر 3884 :

اس حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ! جب ابو طالب کی موت کا وقت

آیا اس سے مراد موت کی علامات ظاہر ہونا اور یہ نزع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے ورنہ اس

کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا ابو طالب کا نام عبد مناف تھا یہ اکثروں کا قول ہے۔

حاکم نے کہا : اس کا نام اور کنیت واحد ہے

ابو القاسم مغربی نے کہا : اس کا نام عمران تھا

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا! اے عم

جی کلمہ طیبہ پڑھ لیں تو میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کر دوں گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے وقت ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کیلئے کہا یہ اسکی خصوصیت

تھی کیونکہ ابو طالب کے علاوہ کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت کلمہ

پڑھنا اس کو نفع نہیں دے گا

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو طالب سے موت کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھنے کیلئے فرمایا اس پر

اعتراض :

کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا!

علامہ کرمانی نے اسکے جواب میں کہا ہے کہ ! اس سے مراد ہے ! جب ابو طالب پر موت

باب قصة ابی طالب

حدیث نمبر 3883: فَقَالَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں تھا حدیث مبارک میں "ضحضاح" کا لفظ ہے۔ "ضحضاح" اس پانی کو کہتے ہیں جو ٹخنوں تک پہنچ جائے اس کا معنی یہ ہے کہ! آپ نے ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کر دی۔

حدیث نمبر 3884:

اس حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ! جب ابو طالب پر موت کا وقت آیا اس سے مراد موت کی علامات ہیں۔ اور یہ نزع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے ورنہ اس کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا۔ ابو طالب کا نام عبد مناف تھا یہ اکثروں کا قول ہے

حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے

ابو القاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا

حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا! اے میرے چچا کلمہ طیبہ پڑھیئے تو میں اس کلمہ کی وجہ سے آپکی شفاعت کروں گا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے وقت ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کیلئے کہا۔ یہ اسکی خصوصیت تھی کیونکہ ابو طالب کے علاوہ کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھے تو اس وقت کلمہ پڑھنا اس کو نفع نہیں دے گا

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ابو طالب سے موت کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھنے کیلئے فرمایا اس پر

اعتراض:

کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا!

علامہ کرمانی نے اسکے جواب میں کہا ہے کہ! اس سے مراد ہے! جب ابو طالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں ورنہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لانا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا

اس کی دلیل یہ ہے! کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بار بار کلمہ پڑھنے کا تکرار فرماتے رہے اور ابو جہل وغیرہ اس کو منع کرتے رہے

علامہ عینی نے جو سوال [illegible]

دوسری کا مطلب ہے اور اس کا معنی ایسا ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصل وجہ تو

کے جانے میں سکنے کی وجہ بیان کی ہے! وہ یہ ہے کہ عموماً ہوتا ہے جو دنیا اور مخلوق کو

چھوڑ اللہ تعالیٰ کے پاس سے مخلوق کی طرف جاتا ہے اور عموماً ہوتا ہے جو آپ نے جانے اللہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے اور معراج کے موقع پر اللہ کیطرف سے آپ نے جانے اللہ تعالیٰ نے "سبحان" کے بجائے "عبدہ" کا لفظ

کی طرف جانے کا ذکر مناسب تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"اسریٰ" یہ لفظ "سری" سے ماخوذ ہے اس کا معنی رات کو لے جانا ہے اسکا

بعد میں اللہ تعالیٰ نے "لیلاً" کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ خیال

مراد دن ہے یعنی دن کو لے جانا اس لئے بطور تاکید "لیلاً" فرمایا

دوسری وجہ یہ ہے کہ! "لیلاً" میں تنوین تقلیل کیلئے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے کم وقت میں یعنی قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے! کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے مسجد اقصیٰ تک

لے گیا پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف لے گیا مسجد حرام سے براہ راست آسمانوں کی طرف

کیوں نہیں لے گیا؟؟

اس کا جواب یہ ہے! کہ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے اس رات میں دونوں قبلوں کا

مشاہدہ جمع فرما دے۔

دوسری وجہ یہ ہے! اکثر انبیاء کرام علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی

ہے اس لئے آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا تاکہ آپ میں یہ فضیلت بھی جمع ہو جائے۔

تیسری وجہ یہ ہے! بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے کہ جہاں میدان حشر قائم ہوگا سو آپ

کو میدان حشر کی جگہ دکھانے کیلئے وہاں لے جایا گیا۔

چوتھی وجہ یہ ہے! کہ اس رات میں بیت المقدس کی طرف بہت سے احوال اخرویہ

کا مشاہدہ ہوا تھا اس لئے وہاں آپ کو لے جانا مناسب تھا

حدیث نمبر 3886 "قُمْتُ فِی الْحِجْرِ"

اس حدیث میں "حِجر" کا لفظ ہے اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں شمال

"فَجَلَّی اللّٰہُ لِی بَیْتَ الْمَقْدِسِ"

کی جانب میزاب رحمت ہے۔

"تو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس منکشف کر دیا" یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے اور

بیت المقدس کے درمیان جو حجابات تھے ان کو اٹھا دیا حتی کہ میں نے اس کو دیکھ لیا

حافظ ابن حجر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ! یہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو یہ امید ہو کہ اگر اس نے کلمہ شہادت کو دیکھنے کے بعد بھی کلمہ پڑھ لیا تو یہ اس کو مفید ہو گا
اگرچہ دوسروں کو اس حال میں کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا اور
اسکی دلیل یہ ہے! کہ اسکے مرنے کے بعد آپ اس کیلئے تخفیف عذاب کی شفاعت کرتے
رہے اور بالآخر اسکے عذاب میں تخفیف کر دی گئی اور اس تخفیف کو اسکے فائدہ [illegible] میں
سے شمار کیا گیا

اسکی توجیہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے کیلئے فرمایا!
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کیلئے نہیں فرمایا!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھنے کیلئے نہیں فرمایا
اس کی وجہ یہ ہے کہ! یہ دونوں جملے کمال اتصال کی وجہ سے ایک جملے کے حکم میں ہیں اور
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ کا رسول تو مانتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار
نہیں کرتا تھا۔

باب حدیث الاسراء

وقول اللہ تعالیٰ: "سُبحٰنَ الَّذِی اَسریٰ بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی
المَسجِدِ الاَقصیٰ"

اس آیت کے شروع میں لفظ "**سبحان**" ہے جو تسبیح کیلئے علم (نام) ہے جیسے عثمان
مرد کیلئے علم ہے اس کا معنی تنزیہ اور بری کرنا ہے۔ اس کا حاصل معنی ہے! میں اللہ
تعالیٰ کو تمام نقائص اور عیوب سے بری قرار دیتا ہوں۔
"**بعبدہٖ**" عبد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے "برسولہٖ" یا "بنبیہٖ"
نہیں فرمایا۔ اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو
تعظیم اور تکریم عطا کی ہے اس کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے عبد اور اسکی مخلوق ہیں
تاکہ آپکی امت آپکے متعلق ایسا غلو نہ کرے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے متعلق غلو کیا تھا انہوں نے کہا! وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ یا جیسا کہ یہود کے ایک فرقہ
نے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق غلو کیا اور یہ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں
اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ وہ واحد، احد، صمد ہے

قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ان نشانیوں کے متعلق پوچھا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں تھیں اس سے مجھے اتنا زیادہ رنج اور کرب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا کرب نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا پھر وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے میں اس چیز کو دیکھ کر انہیں بیان کر دیتا۔

باب المعراج

معراج کا معنی اور معراج کی تاریخ

اس باب میں معراج کا بیان ہے

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ! معراج عرج سے مفعال کے وزن پر ہے اور یہ سیڑھی کے مشابہ ہے یعنی یہ عروج کا آلہ ہے

معراج کی تاریخ اور وقت میں اختلاف ہے!

ایک قول ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوئی تھی یہ قول شاذ ہے۔ لیکن اگر معراج سے مراد معراج منامی ہے تو پھر اس قول کی توجیہ ہو سکتی ہے

دوسرا قول ہے کہ! معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول میں ہوئی تھی یہ اکثر ین کا قول ہے۔ حتی کہ ابن حزم نے مبالغہ سے کہا کہ اس پر اجماع ہے۔

سدی نے کہا ہے معراج ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے ہوئی تھی۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ! معراج رجب کے مہینہ میں ہوئی تھی علامہ نووی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے

ایک قول یہ ہے کہ! ہجرت سے ایک سال 3 ماہ پہلے معراج ہوئی۔ ابن فارس کا اسی قول پر اعتماد ہے۔

ابن الاثیر نے کہا ہے کہ! ہجرت سے 3 سال پہلے معراج ہوئی۔

امام ابن شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ اسی دن آپکی بعثت ہوئی اسی دن آپکی آسمانوں کی طرف معراج ہوئی اور اسی دن آپ کا وصال ہوا۔

حدیث نمبر 3887

اوقات ہوتا تھا اس رات میں حطیم میں تھا

... حطیم کی تفسیر میں ... کعبہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں ...

حطیم کو حجر کہتے ہیں۔

حطیم کا معنی ہے ٹوٹا ہوا ...

حطیم ! کعبہ کے ... رکن زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان ...

اس حدیث میں ہے کہ اس رات آپ حطیم میں تھے یا حجر میں تھے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ! یہ قتادہ کا شک ہے اور حطیم سے مراد یہاں حجر ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اس سے مراد رکن (اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان کی جگہ الحجر اور حجر کے درمیان کی جگہ ... کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔

حطیم سے یہاں یہ مراد ... ہے جس میں حطیم ہے۔

- اس حدیث میں مذکور ہے کہ آنے والے نے آپ کے سینے کی ابتداء سے آخر تک ... تک آپ کے جسم کو چیرا

بعض علماء نے ! شب معراج میں شق صدر کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ بچپن میں بنو سعد کے پاس تھے صرف اسی وقت آپ کے سینہ کو چیرا گیا تھا حالانکہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات سے شب معراج میں شق صدر کا ثبوت ہے۔ شق صدر چار مرتبہ ہوا

① جب آپ حضرت حلیمہؓ کے پاس بچپن میں تھے تاکہ آپ کے جسم سے شیطان کا حصہ نکال لیا جائے

② بلوغت کے وقت ... شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے ... کی کیفیات کو زائل کیا جائے

③ جب غار حرا میں آپ کے پاس فرشتہ آیا تھا تاکہ آپ کے قلب کو وحی ... قوت دی جائے

④ معراج کی شب آپکا شق صدر کیا گیا تاکہ اس رات جو آپ نے عجائب ملکوت کا مشاہدہ کرنا تھا آپ کے دل میں اسکی قوت رکھی جائے

مصنف کے نزدیک شق صدر کی حکمتیں :-

مصنف کے نزدیک شق صدر تین بار ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ ... تین ...

ہیں ① علم الیقین ② عین الیقین ③ حق الیقین

اور اللہ تعالیٰ کا ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اس رات [illegible]

مانند ابن حجر نے کہا ہے کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کے سینے کی [illegible]

کہ آپ کے جسم کو چیرا

بعض علماء نے شب معراج میں شق صدر کا انکار کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے صرف اسی وقت آپ کے سینہ کو چیرا گیا تھا۔ حالانکہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات سے شب معراج میں شق صدر کا ثبوت ہے۔

شق صدر چار مرتبہ ہوا!

۱۔ جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بچپن میں تھے تاکہ آپ کے جسم سے شیطان کا حصہ زائل کیا جاسکے۔

۲۔ مکہ سے بعض روایات میں ہے آپکا شق صدر کیا گیا تاکہ آپ کے ضمیر کی کیفیات کو زائل کیا جاسکے۔

۳۔ جب غار حرا میں آپ کے پاس فرشتہ آیا تھا تاکہ آپ کے قلب کو وحی برداشت کرنے کے قابل رکھا جائے۔

۴۔ معراج کی شب آپکا شق صدر کیا گیا تاکہ اس رات جو آپ نے غیر معمولی امور کا مشاہدہ کرنا ہے آپ کے دل میں اسکی قوت رکھی جائے۔

علماء کے نزدیک شق صدر کی حکمتیں :-

[illegible] ایمان کے 3 درجات

پہلی بار جب آپکا شق صدر کیا گیا تو آپکے قلب میں علم الیقین کے حصول کی استعداد رکھی گئی اور دوسری بار جب آپکا شق صدر کیا گیا تو آپکے قلب میں عین الیقین کے حصول کی صلاحیت رکھی گئی اور تیسری بار جب آپکا شق صدر کیا گیا تو آپکے قلب میں حق الیقین کی صلاحیت رکھی گئی

دوسری وجہ : یہ ہے کہ جب آپکا متعدد بار شق صدر کیا گیا اور کسی بار بھی آپکے جسم سے خون کا کوئی قطرہ نہ نکلا نہ آپکو کوئی درد ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ آپ بے مثل ہیں

تیسری وجہ : یہ ہے کہ جب ہمارے جسم میں سرجری کی جائے تو پہلے ہم کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو بے ہوش کیے بغیر آپکے جسم میں سرجری کی گئی

چوتھی وجہ : یہ ہے کہ اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ آپکا جسم انتہائی لطیف ہے جیسے پانی میں چھری چلائی جائے تو پانی کی لطافت کی وجہ سے اس پر چھری کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح آپکے جسم پر بھی اس چھری کے چلنے سے کوئی اثر نہیں ہوا

اس حدیث میں مذکور ہے ! کہ آپکے دل کو سینہ سے نکال کر سونے کے طشت میں رکھا (آپکے قلب اطہر کو) طشت میں اس لئے رکھا کہ عرف اور عادت یہ ہے کہ کسی چیز کو دھو کر طشت اور تھال میں رکھا جاتا ہے اور سونے کے طشت میں اس لئے رکھا کہ سونے کا برتن سب سے افضل دھات کا برتن ہے اور سونے کی دھات میں ایسے خواص ہیں جو کسی اور دھات میں نہیں ہیں

* سونا جنت کے برتنوں میں سے ہے
* سونے کو نہ آگ کھاتی ہے نہ مٹی کھاتی ہے نہ اس کو زنگ لگتا ہے
* سونا تمام جواہر میں سب سے زیادہ ثقیل ہے اس لئے یہ ثقل وحی کے مناسب ہے
* سونے کو عربی میں "ذہب" کہتے ہیں اور اذھب کا معنی ہے لے جانا اور دور کرنا سونا بھی نجاست کو دور کرتا ہے
* ذہاب کا معنی ہے جانا۔ اور یہ اللہ تعالی کیطرف جانے کا موقع تھا اس لئے ذھب کا برتن لایا گیا جو اللہ تعالی کی طرف جانے پر دلالت کرے
* سونا دنیا میں سب سے افضل دھات ہے اور دلوں میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے اس لئے اس کو رکھنے کیلئے سب سے افضل دھات کا برتن لایا گیا

اعتراض :

کہ مردوں پر تو سونے کے برتنوں کا استعمال حرام ہے پھر آپکے دل کو رکھنے

کہ اس سونے کا برتن کیوں لایا گیا؟؟

جواب ۱: یہ واقعہ سونے کے برتنوں کے استعمال کی تحریم سے پہلے کا ہے

دوسرا جواب یہ: سونے کے برتن کو فرشتے استعمال کر رہے تھے اور سونے کا استعمال مردوں پر ہے فرشتوں پر نہیں

تیسرا جواب یہ کہ معراج میں پیش آنے والے اکثر امور کا تعلق غیب سے ہے اور یہ آخرت سے متعلق ہے اور آخرت میں سونے کے استعمال کی حرمت نہیں ہے

امام بخاری فرماتے ہیں! اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کو جو نعمتیں جنت میں عطاء کی جائیں گی نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو وہ نعمتیں دنیا میں ہی عطا کر دی گئی تھیں دیکھیے! چار سے زائد نکاح کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطا کی جائے گی نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطا کر دی گئی ہے۔ اللہ عزوجل کے دیدار کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطا کی جائے گی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطا کر دی گئی۔ اسی طرح عام مسلمانوں کو سونے کے برتنوں میں استعمال کی نعمت جنت میں عطاء کی جائے گی اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے

اس حدیث میں مذکور ہے! "پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی" جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی

جارود نے کہا! وہی براق تھا

براق کا لفظ "برق" سے ماخوذ ہے کیونکہ روایت ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا یا "برق" سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ بہت تیزی اور سرعت سے چلتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ براق کا لفظ کسی سے مشتق نہ ہو

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ! براق آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں تھا جبکہ دوسرے جانوروں کا کوئی نہ کوئی مالک ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ براق پر سواری کیے بغیر بھی پہنچ جاتے لیکن براق پر سوار ہو کر جانے میں آپ کی زیادہ تکریم اور عزت افزائی ہے کیونکہ اگر آپ بغیر براق کے از خود جاتے تو پیدل جاتے اور پیدل چلنے والے کی بہ نسبت سواری پر سوار ہو کر جانے والا زیادہ معزز ہوتا ہے

اس حدیث میں مذکور ہے! "حضرت آدم علیہ السلام نے کہا! صالح بیٹے اور صالح نبی کو مرحبا!

انبیاء علیہم السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس صفت صالح کے وصف کو ذکر کر کے یہ اقتصا کیا کہ کمال صالحیت ایسی صفت ہے جو نبی کے تمام اوصاف کو شامل ہے اسی وجہ سے حضرت علیہ السلام نے آپکی اس صفت کا ذکر کیا۔ اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے اور بندوں کے تمام حقوق کو بھی ادا کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جو آپکو صالح بیٹا کہا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپکے باپ ہونے پر فخر تھا۔

اعتراض!

کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام کو کیسے دیکھا جبکہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟؟

جواب!

انکی ارواح ان کی جسمانی صورتوں میں متشکل ہو گئی تھیں یا اس رات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپکی تعظیم اور تکریم کیلئے حاضر کر دیا گیا تھا اسکی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کیلئے حضرت آدم کے ماسوا تمام انبیاء کو بھیجا گیا سو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی امامت کروائی۔

جن انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان آسمانوں پر ملاقات ہوئی ان انبیاء کی ان آسمانوں کے ساتھ تخصیص کی حکمتوں کو بیان کرنے میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

① انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرائی گئی تاکہ ان انبیاء کرام کے درجات کو اور ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کو ظاہر کیا جائے۔

② تاکہ یہ بیان کیا جائے کہ خصوصاً ان ہی نبیوں کی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں

انبیاء علیہم السلام نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے صرف صالح کے وصف کو ذکر کرنے پر اقتصار کیا کیونکہ صالحیت ایسی صفت ہے جو خیر کے تمام اوصاف کو شامل ہے اسی وجہ سے ہر نبی علیہ السلام نے آپکی اسی صفت کا ذکر کیا۔ اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے اور بندوں کے تمام حقوق کو بھی ادا کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جو آپکو صالح بیٹا کہا اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپکے باپ ہونے پر فخر تھا۔

اعتراض !

کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے آسمانوں پر انبیائے کرام علیہم السلام کو کیسے دیکھا جبکہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں ؟؟

جواب !

انکی ارواح ان کی جسمانی صورتوں میں متشکل ہوگئی تھیں یا اس رات نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو آپکی تعظیم اور تکریم کیلئے حاضر کر دیا گیا تھا اسکی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کیلئے حضرت آدم کے ماسوا تمام انبیاء کو بھیجا گیا سو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی امامت کروائی۔

جن انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ان آسمانوں پر ملاقات ہوئی ان انبیاء کی ان آسمانوں کے ساتھ تخصیص کی حکمتوں کو بیان کرنے میں علماء اور شارحین کا اختلاف اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

1. انبیاء کرام علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرائی گئی تاکہ ان انبیاء کرام کے درجات کو اور ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کو ظاہر کیا جاسکے۔
2. تاکہ یہ بیان کیا جاسکے کہ خصوصاً ان ہی نبیوں کی ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کیوں ملاقات کروائی گئی۔
3. ان نبیوں کو آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا۔ سو ان میں سے بعض نے پہلی ساعت میں آپ سے ملاقات کی اور بعض کو ملاقات کرنے میں تاخیر ہوگئی سو وہ بعد میں آپ سے ملے اور بعض نبیوں کے ہاتھ سے ملاقات کا موقع نکل گیا۔ سو وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات نہ کر سکے
4. ان مخصوص نبیوں کی آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کرانے کی تخصیص ان کی امتوں اور ان کے مخصوص احوال کے اعتبار سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ! جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے ان سے پوچھا گیا! آپکو کیا چیز رلاتی ہے؟ انہوں نے کہا! میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی امت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری امت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

وضاحت :۔

علماء نے فرمایا ہے کہ! معاذ اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ عام نیک مسلمان بھی حسد سے پاک ہوتے ہیں تو وہ کیسے حسد کر سکتے ہیں؟ جن کو اللہ نے اپنا پسندیدہ بندہ بنایا ہے۔ بلکہ ان کا رونا اس اجر کے نہ ملنے کی وجہ سے تھا جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوتا۔ اسکی وجہ ان کی امت کی بہت زیادہ انکی نافرمانی کرنا تھی جسکی بنا پر ان کی امت کو وہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی جسکی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے کیونکہ ہر نبی کو اپنے متبعین کے نیک اعمال میں اس نبی کی پیروی کی وجہ سے ان کے اجر کی مثل اجر ملتا ہے۔ سو امت جتنی نبی کی اتباع کرتی ہے نبی کو اتنا اجر ملتا ہے۔ اگر ان کی امت ان کی زیادہ اتباع کرتی تو ان کو زیادہ اجر ملتا لیکن انکی امت ان کے ہر حکم کی مخالفت کرتی رہی اس لئے ان کو زیادہ اجر نہ مل سکا اسکے برعکس ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت نے آپکی تمام امتوں سے زیادہ پیروی کی اور آپکی امت کی تعداد بھی سب نبیوں سے زیادہ تھی اس وجہ سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب نبیوں سے زیادہ اجر ملا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت کی مخالفت کی وجہ سے وہ اجر نہ مل سکا۔ سو اس پر افسوس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے تھے۔

آسمانوں کے درجات اور انبیاء کے درجات میں مناسبتیں :۔

* حضرت آدم علیہ السلام سے اول آسمان پر اس لئے ملاقات کروائی کہ وہ اول الانبیاء اور اول الآباء ہیں اور وہ سب کی اصل ہیں۔ اس لئے پہلے آسمان پر ملاقات کرنے کیلئے وہی اولیٰ ہیں اور اس لئے بھی کہ بیٹا باپ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔
* حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر اس لئے ملاقات کرائی کہ دوسرا آسمان پہلے آسمانوں کے قریب ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔
* حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے آسمان پر اس لئے ملاقات کرائی کہ ہمارے نبی

ہجر کا لفظ مدینہ منورہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے اور یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے
اس حدیث میں مذکور ہے کہ! وہاں چار دریا تھے، دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں اور جو ظاہری دریا ہیں وہ نیل اور فرات ہیں
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ! دریائے نیل مصر میں ہے اور فرات بغداد کی مغربی جانب میں ہے
علامہ طیبی نے کہا ہے کہ! نیل اور فرات کی اصل وہاں پر ہے پھر اللہ تعالیٰ زمین کی جس جگہ چاہتا ہے وہاں سے وہ دریا نکالتا ہے اور اس سے عقل اور شرع مانع نہیں ہے
اس حدیث میں مذکور ہے! پھر میرے لئے بیت المعمور کو بلند کیا گیا
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بیت المعمور کس جگہ پر ہے!
حضرت ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے کہ وہ آسمانِ دنیا میں ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے
مجاہد اور ضحاک نے کہا کہ! وہ ساتویں آسمان میں ہے امام بخاری کا بھی یہی مختار مذہب ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے اور ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں اس کو چھٹے آسمان کی طرف بلند کر دیا ہو پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کیلئے اس کو ساتویں آسمان تک بلند کر دیا ہو حتیٰ کہ آپ نے اس کو مختلف جگہوں پر دیکھا پھر بعد میں اسکو دوبارہ آسمانِ دنیا کی طرف لوٹا دیا
اس حدیث میں مذکور ہے کہ! میرے لئے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا میں نے دودھ کو لے لیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا! یہی فطرت ہے
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ! ہو سکتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دودھ کو فطرت اس لئے فرمایا ہو کہ نومولود کے پیٹ میں جو سب سے پہلے چیز پہنچتی ہے وہ دودھ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے مشروبات کو چھوڑ کر دودھ کی طرف اس لئے میلان فرمایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے عادی تھے نیز اس لئے کہ دودھ کی جنس میں کوئی خرابی نہیں ہے

حدیث نمبر 3111
"وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا"

اس حدیث میں مذکور ہے کہ! وہ جلوہ آپکو آنکھ سے دکھایا گیا تھا
سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ! اس آیت میں "الرؤیا" کا معنی ہے! بیداری میں دیکھنا
الزمخشری نے کہا ہے کہ! جو لوگ معراج منامی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال

[illegible] کی استقبال کی [illegible]

آپ علیہ السلام [illegible]

● حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible]

[illegible] اٹھایا [illegible]

[illegible]

● حضرت [illegible] علیہ السلام سے [illegible] آسمان پر ملاقات [illegible]

[illegible]

[illegible] آسمان پر ملاقات [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible]

● حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات [illegible]

[illegible] اور حضرت [illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible]

● حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کروائی گئی [illegible]

کے بعد حضرت ابراہیم [illegible] علیہ السلام

[illegible] بیت المعمور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible] مقام [illegible]

[illegible]

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔

سوال یہ ہے کہ درختوں میں سے سدرہ (بیری کے درخت) کی تخصیص کیوں کی گئی؟؟

جواب یہ ہے کہ بیری کے درخت میں تین اوصاف ہیں۔

① اس کا سایہ گھنا ہوتا ہے ② اس کا طعام لذیذ ہوتا ہے ③ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے

سوال یہ ہے اس کے پھلوں کی مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟؟

جواب یہ ہے کہ وہ مخاطبین کے نزدیک زیادہ معروف تھے اور کثیر پانی کی تعریف میں مقام ہجر کے مٹکوں کے ساتھ بیان کی گئی اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب پانی دو مٹکوں کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ پانی کثیر ہے۔

[illegible]

باب وفود الانصار الی النبی ﷺ بمکۃ وبیعۃ العقبۃ

[illegible] کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی۔ انصار نے اس دعوت کو قبول کیا [illegible] حضرت [illegible] العقبۃ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بیعت [illegible] العقبۃ الاولیٰ کی بیعت ہے [illegible] 70 [illegible] آئے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا [illegible] ہر گروہ سے اپنا ایک نقیب (سردار) منتخب کیا جو [illegible] ان سب نے آپ سے اس جگہ بیعت کی اور یہ بیعت ثانیہ ہے۔

حدیث نمبر 3893 ۔ "قال انی من النقباء"

اس حدیث میں نقباء کا لفظ ہے یہ نقیب کی جمع ہے اس کا معنی ہے جو قوم کا رہبر ہو یا قوم کا سردار ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے فرائض کو جاننے والے ہوں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوم کے کفیل ہوں اور ان کے [illegible] ہوں یا کار مختار ہوں

حدیث نمبر 3892 :

"أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال وحوله عصابة من أصحابه"

اس میں عصابة کا لفظ ہے اس کا معنی ہے دس سے لیکر چالیس افراد تک کی جماعت

"ولا تقتلوا أولادكم"

اور فرمایا کہ! تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس سے مراد ہے! تم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔

"ولا تأتوا ببهتان"

بہتان کا معنی ہے! ایسا جھوٹ جو سننے والے کو حیران کر دے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ! جس نے ان (ممنوعہ) کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کیلئے کفارہ ہے

اس میں تصریح ہے کہ حدود کا قائم کرنا ان جرائم کا کفارہ ہو جاتا ہے

امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

علماء الاحناف فرماتے ہیں کہ اگر کسی مجرم نے حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لی تو اس کیلئے حد کفارہ ہو جائے گی اور یہ حدیث اسی پر محمول ہے اور اگر اس نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے جرم پر توبہ نہیں کی بلکہ اپنے جرم پر مصر رہا تو اس کیلئے حد کفارہ نہیں ہوگی بلکہ وہ آخرت میں عذاب کا مستحق ہوگا۔

دلیل احناف :

اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا!

ترجمہ! "یہ ان کی دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ سوا ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم ان کو گرفتار کرو۔"

چور کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا!

ترجمہ! "پس جس نے جرم کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اسکی توبہ قبول فرمائے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

حدیث نمبر 3897 :

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے ہمیں ان کے کفن کیلئے کچھ نہ ملا بس ایک چادر تھی جس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دیں۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ : اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب کپڑے کی مقدار کم ہو تو پیر ڈھانپنے کی بجائے اولیٰ یہ ہے کہ سر کو ڈھانپا جائے۔

المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میت کا سر ڈھانپنے کے بعد اس کے افضل اعضاء کو ڈھانپا جائے اور اگر پیر کھلے رہیں تو ان پر گھاس ڈال دی جائے اور موت اور زندگی میں ستر کو ڈھانپنا واجب ہے اور اجنبی آدمی کو اس کو دیکھنا اور چھونا حرام ہے ما سوا زوجین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے کیلئے حلال کر دیا ہے۔

اس حدیث میں "نمرۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے : دھاری دار چادر

اور "أينعت" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے : پھل پک کر تیار ہو گئے

اور "يهدبها" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے : درختوں سے پھلوں کو اتارنا

حدیث نمبر 3900 :

اس حدیث میں ہے کہ انہوں نے ہجرت کے متعلق سوال کیا کہ فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت فرض تھی کیا اب بھی ہجرت فرض ہے یا نہیں ؟؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے فتح مکہ کے بعد مکہ دار الاسلام بن گیا ہے اور تمام قبائل اسلام میں داخل ہو چکے ہیں پس ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی اور اب ہجرت مستحب ہے

نیز اس حدیث کے آخر میں فرمایا : **"لیکن جہاد اور نیت ہے"** یعنی جب تک دنیا میں دار الحرب ہے اور وہاں سے مسلمان ہو رہا ہے تو وہاں سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اور ہجرت میں یا جہاد میں ثواب کی نیت کرنا باقی ہے

حدیث نمبر 3906 :

اس حدیث مبارک میں ہے کہ انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے زیارت نہیں کی تھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرنا

باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ وقدومہا المدینۃ وبنائہ بہا

کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے جب نکاح کیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ نے نکاح کیا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر میں اختلاف ہے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی عمر سات سال تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے تین سال پہلے ان سے نکاح کیا تھا اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی

اس میں بھی اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مہینہ میں ان کے ساتھ نکاح کیا؟؟

علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا۔

امام ابن اسحٰق اور طبری نے کہا ہے کہ مدینہ میں آنے کے ۸ مہینے کے بعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ شوال کا مہینہ تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۹۶

اس حدیث میں مذکور ہے! "فوفی جمیمۃ" یعنی میرے سر کے بال بہت زیادہ ہو گئے تھے اگر سر کے بال کندھوں تک آئیں تو ان کو "جمۃ" کہتے ہیں اور اگر کان کی لو تک آئیں تو ان کو "وفرہ" کہتے ہیں

اس حدیث میں "ارجوحۃ" کا لفظ ہے اس سے مراد دو درختوں کے درمیان رسی سے بنا کر اس پر جھولنا۔ یہ بچوں کے کھیل کی ایک قسم ہے۔

اس حدیث میں "انھج" کا لفظ ہے نھج کا معنی ہے! سانس پھولنے کی وجہ سے زور زور سے سانس لینا۔

باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ

"فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب"

اس میں "وھلی" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے! میرا گمان نیز اس میں یمامۃ کا لفظ ہے یہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے اور "ھجر" کا لفظ ہے یہ بحرین کا مشہور شہر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات میں ایک بستی ہے

لگے تھے، ان کو سلام کرنے لگے!

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ! اسکی وجہ یہ تھی کہ شام میں تجارت کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مدینہ بکثرت آنا جانا تھا۔ سو وہ ان کو پہچانتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک مدینہ نہیں آئے تھے

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ! سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو انصار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کر رہے تھے اور ان کو سلام کر رہے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کی اور ان کو سلام کیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اسکے بعد حدیث میں ہے! پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے، تب انصار نے جانا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بیٹھ گئے، پھر انصاری صحابہ میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور جب دھوپ آئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرنے لگے

مصنف فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو دلکش جمال ہے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے رخ زیبا پر جو انوار و تجلیات ہیں، اس سے تو بداہۃ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر ان کو کیسے پتہ نہیں چلا کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟؟

جواب:- کہ سفر ہجرت میں 9 روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپکے ساتھ رہے اور 03 روز تک تنہا آپکے ساتھ رہے اور اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و تجلیات اپنے اندر جذب کرتے رہے حتی کہ جب وہ آپکے ساتھ مدینہ پہنچے تو اس حال میں پہنچے کہ چہرہ ابو بکر کا تھا اور جمال اور انوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے، قامت ابو بکر کی تھی اور جمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، سراپا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تھا اور حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا حتی کہ دیکھنے والے پہچان نہ سکے کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ "آپ نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی"
مراد یہ ہے کہ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جماعت سے
سرانجام علی الاعلان نماز پڑھائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کیلئے جماعت سے نماز
... اس سے پہلے بھی مسجد بنائی گئی تھی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی تو یہ تمام وہ انفرادی
... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے
سے پہلے ہم دو سال مدینہ میں رہے ہم مسجدیں بناتے تھے اور ان میں نماز قائم کرتے تھے"

قرآن مجید میں ہے!

ترجمہ: "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس کی مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں"

جمہور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہی مسجد قباء ہے اور یہی ظاہر آیت کا منشاء ہے۔
امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے! دو افراد کا اس مسجد کے مصداق میں اختلاف ہوا جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ ایک شخص
نے کہا یہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قباء ہے۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس آئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ یہی مسجد ہے
یعنی مسجد نبوی اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔

حدیث نمبر 3904

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت معلوم
ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے میں ان کی خلافت کی طرف اشارہ
ہے کیونکہ خلیفہ کو پانچ وقت نمازیں پڑھانے، خطبہ دینے اور شرعی احکام بیان کرنے کیلئے
بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر اس کا گھر مسجد سے دور ہو گا تو اس کو حرج
ہو گا اس لئے ان کے گھر سے مسجد کی طرف کھلنے والا دروازہ باقی رکھا گیا۔

حدیث نمبر 3911

اس حدیث میں مذکور ہے! "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے تھے اور معروف تھے"
... معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ! وہ شام کی طرف تجارتی سفر میں اکثر اہل مدینہ
... کے ... سفید ہو چکے

تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں امور میں ان کے برعکس تھے کیونکہ آپ کو مکہ سے طرف سفر کیے ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا اور اہل مدینہ آپ سے واقف نہیں تھے اور آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے

حدیث نمبر 3912: "مہاجرین اولین کا مصداق"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کیلئے بیت المال سے چار چار ہزار درہم کا وظیفہ مقرر کیا تھا" اور مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی یا اس سے مراد وہ مہاجرین ہیں جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے. یعنی ان کو چار سالوں میں چار ہزار درہم دیئے جائیں گے. اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا" اسکے برخلاف آج کا دور تو اقرباء پروری کا دور ہے" ہمارے زمانے میں حکام مستحقین کو چھوڑ کر اپنے اقرباء کو نوازتے ہیں

حدیث نمبر 3915:

اس حدیث مبارک میں ہے! "قال أبي لا والله" (میرے باپ نے کہا نہیں اللہ کی قسم) اور صحیح یہ ہے کہ اس جملہ میں "أبي" کی جگہ "أبوك" ہے یعنی "آپکے باپ نے کہا" کیونکہ حضرت ابن عمر ہی ابو بردہ سے اس کلام کی حکایت کر رہے ہیں جو حضرت عمر اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا" اور یہ آخری کلام حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مطلقاً افضل ہونا!

ابو بردہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا! حضرت عمر" حضرت ابو موسیٰ سے افضل ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ اس حیثیت سے حضرت عمر" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں ورنہ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام جہات سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں" تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ مفضول کسی حیثیت سے افضل سے بہتر ہو اور یہ افضلیت مطلقہ کے منافی نہیں ہے" اسکے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حیثیت سے بھی حضرت ابو موسیٰ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عمر پر خوف خدا کا غلبہ تھا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کا غلبہ تھا اور مقام خوف مقام رجاء سے افضل ہے.

حدیث نمبر 3916:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے! ہمیں محمد بن صباح سے حدیث پہنچی

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ! یہ بھی مجہول سے روایت کی ایک قسم ہے" یہ بھی کہا گیا ہے کہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حدیث نمبر 3921 :-

اس حدیث مبارکہ میں [illegible] کا ذکر ہے

[illegible]

[illegible]

[illegible] میں نقل کیا گیا تھا

اس حدیث میں شہد [illegible] کا ذکر ہے

[illegible]

پیالوں میں شہد بنایا جاتا ہے

حدیث نمبر 3929 :-

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے [illegible]

عند امام مالک و امام شافعی :-

یہ جائز نہیں ہے

عند امام ابو حنیفہ :- یہ جائز ہے

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ اپنے علاقوں کی [illegible] اور کپڑے [illegible] زکوٰۃ

لی جاتی تھی اور لوگوں کے پاس سونے چاندی کی جنس سے نہیں تھی اس سے معلوم ہوا

کہ زکوٰۃ میں سونے چاندی کو دینا ضروری نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی

جنس سے زکوٰۃ دینا جائز ہے

حدیث نمبر 3925 :-

اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ سورۃ "سبح اسم ربک الاعلیٰ" مکی ہے

اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ

"قد افلح من تزکی" "وذکر اسم ربہ فصلی" نماز عید اور صدقہ فطر کے متعلق نازل

ہوئی ہیں ۔ اور ایک تفسیر ... یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور باقی سورت مکہ میں نازل ہوئی ہو۔ اور اس سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ سورۃ اعلیٰ پوری مکہ میں نازل ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں یہ بیان فرمایا ہو کہ الاعلیٰ 14-15 سے مراد نماز عید اور صدقہ فطر ہے اور وقت نزول سے بیان کی تاخیر جائز ہے

باب اقامۃ المہاجر بمکۃ بعد قضاء نسکہ

حدیث نمبر 3933: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاث للمہاجر بعد الصدر"

منیٰ سے واپسی کے بعد طواف وداع کیا جاتا ہے اور اسکے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کر لی تھی ان کیلئے مکہ میں ٹھہرنا حرام ہے۔ پھر حج یا عمرہ کے سبب سے ان کیلئے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی مگر حج یا عمرہ کے بعد ان کو صرف تین دن مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی اور اس سے زیادہ قیام کی ان کیلئے اجازت نہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ! اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ! جن مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر لی تھی ان کیلئے مکہ کو وطن بنانا حرام ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ! یہی جمہور کا قول ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ: فتح مکہ کے بعد ان کیلئے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہے اور یہ قول اس پر مبنی ہے کہ پہلے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت واجب تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ سے ہجرت کرنا واجب تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور آپ سے ہمدردی کرنے کیلئے مدینہ میں رہنا مسلمانوں پر واجب تھا اور غیر مہاجرین کیلئے کسی بھی شہر میں رہنا جائز ہے خواہ وہ مکہ ہو یا کوئی اور شہر ہو۔

امام ابن الجوزی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ! جب زمین میں بنو آدم کی کثرت ہو گئی اور وہ زمین میں منتشر ہو گئے تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے زمین میں اترنے سے تاریخ مقرر کی، پھر طوفان نوح علیہ السلام سے تاریخ مقرر ہوئی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے سے تاریخ مقرر ہوئی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تاریخ مقرر رہی۔

اہل اسلام کی تاریخ کی ابتداء میں مختلف اقوال ہیں:

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کی ہے کہ! جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ربیع الاول میں مدینہ آئے اس سال سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا! جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے سال سے مقرر کریں تاریخ۔ حضرت طلحہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے سال سے تاریخ مقرر کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا! ہجرت کے سال سے تاریخ مقرر کریں کیونکہ اسی سال سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا!

اور دوسروں نے کہا کہ! آپکی ولادت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں

اور بعض نے کہا کہ آپکی نبوت کے سال سے ابتداء کریں۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

البتہ مہینوں کی تعین کی ابتداء میں اختلاف ہوا!

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: رجب سے ابتداء کریں کیونکہ وہ پہلا حرمت والا مہینہ ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رمضان سے تعین کریں کیونکہ وہ امت کا مہینہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم سے تعین کریں کیونکہ وہ سال کا

پہلا مہینہ ہے۔

حدیث نمبر 3934 :-

اگر یہ **اعتراض** کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کے مہینہ میں مدینہ آئے تھے پھر انہوں نے تاریخ کی ابتداء محرم سے کیوں کی ؟؟

پہلا جواب :-

کہ سال کی ابتداء محرم سے ہوتی ہے

دوسرا جواب :-

کہ محرم کے مہینہ میں آپکو ہجرت کا حکم ہوا تھا۔

تیسرا جواب :-

محرم کے مہینہ سے ابتداء کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔

بَابُ اِتْیَانِ الْیَهُوْدِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ

حدیث نمبر 3941 :-

" قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْیَهُوْدُ "

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے دس یہودی بھی ایمان لے آتے یا آپ کے آنے کے فوراً بعد اگر دس یہودی بھی ایمان لے آتے تو انکی اتباع میں سب یہودی ایمان لے آتے لیکن اس وقت دس یہودی ایمان نہیں لائے لہٰذا سب یہودی ایمان نہیں لائے۔

کعب الاحبار نے کہا ہے کہ ! اس حدیث میں دس یہودیوں سے مراد معین یہودی ہیں ورنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دس سے زیادہ یہودی ایمان لائے تھے

اعتراض ! کہ امام بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ ! ایک یہودی عالم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۃ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اسکے ساتھ یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور وہ سب اسلام لے آئے

جواب ! کہ وہ دس یہودی علماء نہیں تھے اور ان سے مراد غیر معین یہودی ہیں اور

باب اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے (60) احادیث مروی ہیں جن میں سے تین پر شیخین متفق ہیں
جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت یہ اسلام لائے اور غزوہ
خندق میں حاضر ہوئے۔ ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا! "سلمان ہم میں سے ہیں ہمارے اہل بیت سے ہے"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں 36ھ میں فوت ہوئے
اس وقت ان کی عمر 350 سال تھی۔

حدیث شریف

"قال فترۃ بین عیسی و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ست مائۃ سنۃ"

فترۃ سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجتا یا یہ ممکن
ہے کہ اس مدت میں اللہ تعالیٰ کسی ایسے نبی کو بھیجے جو آخری رسول کی شریعت کی
دعوت دے۔

زمانہ فترۃ کے انبیاء میں سے حضرت شعیب بن ذی مہذم ہیں۔ یہ حضرت شعیب بن
صفوان کے علاوہ ہیں

علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ! یہ معد بن عدنان کے زمانہ میں عرب کے نبی تھے۔